مباحثہ ومکالمہ

کاشف اقبال نقشبندی*

دیوبندی بریلوی اختلافات:

سراج الدین امجد صاحب کے تجزیے پر ایک نظر [۲]

تقدیس الوکیل پر ایک نظر:

صاحب مضمون نے جس دوسری کتاب کا ذکر کیا ہے اور جس کے پڑھنے کی قارئین کو تلقین کی ہے، وہ ہے ''تقدیس الوکیل''۔ کتاب کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل اس کے پس منظر کا جاننا اشد ضروری ہے۔

بہاولپور میں نواب آف بہاولپور نے جامعہ عباسیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ نواب صاحب آف بہاولپور خواجہ غلام فریدؒ چاچڑاں شریف والے کے مرید تھے۔ نواب صاحب نے خواجہؒ صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ صدر مدرس دیوبند سے منگوائیں۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علمی حلقوں میں آج کی طرح اس وقت بھی دیوبند ہی کا نام چلتا تھا۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری شارح ابوداؤد جامعہ عباسیہ تشریف لائے۔ آپ کے یہاں آنے سے علمی زندگی میں بہار آ گئی۔ علاقہ کے بعض علماء حسد کی آگ میں جلنے لگے اور نواب صاحب آف بہاولپور کو اس پہلو سے بدگمان کیا کہ آپ کی علمائے دیوبند سے وابستگی آپ کو انگریز حکومت کے ہاں مشکوک بنا دے گی اور ہمارے سیاسی و سماجی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے، آپ ان سے ہر طریق سے بچیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کے ایک شاگرد مولانا زمان شاہ ہمدانی بہاولپور رہتے تھے۔ آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بھی شاگرد تھے اور ان سے اکتساب علم کیا تھا۔ مولانا غلام دستگیر قصوری جب کبھی بہاولپور جاتے تو مولانا سید زمان شاہ کے ہاں قیام فرماتے، سوان کی ذات اس جہت سے مجمع البحرین بنی ہوئی تھی۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ آپ پر ریاست کے سیاسی تقاضوں کا خاصا اثر تھا۔ ریاست میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خلاف ایک طوفان اٹھا اور ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ جس طرح بن پڑے مولانا یہاں سے ہندوستان واپس چلے جائیں۔ بات چلتے چلتے مناظرہ تک پہنچی۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے اجازت بھی لے لی۔

حضرت خواجہ غلام فریدؒ صاحب کی سرپرستی میں مناظرہ شروع ہوا۔ مولانا غلام دستگیر صاحب خود مناظر نہ بنے، آپ نے اپنی طرف سے تلیری (ضلع مظفر گڑھ) کے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا۔ امکان کذب کا موضوع زیر بحث

*kashif.iqbal.naqshbandi@hotmail.com

آیا کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے عقیدہ سے ذات باری تعالیٰ کی توہین لازم آتی ہے۔ علماء تو جانتے ہیں کہ لزوم اور التزام میں کیا فرق ہے۔ کسی عبارت سے کسی عبارت کا لازم آنا اور بات ہے، اور قائل کی طرف سے اس معنی کا التزام امر دیگر ہے۔ جب تک قائل اس جہت کا التزام نہ کرے، اس کا عقیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال مولانا غلام دستگیر صاحب اس لزوم کے مدعی قرار پائے اور مولانا سلطان محمود مناظر قرار پائے۔

مناظرہ کے بعد کس کا پلہ بھاری رہا اور کس کا کمزور؟ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ مناظرہ کے بعد خواجہ غلام فرید صاحب کا مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے جانا اور اپنی مہمانی میں رکھنا اور نواب صاحب کا انہیں بصد عزت واحترام واپس بھیجنا، اصل صورت حال کی خبر دے رہا ہے۔ خواجہ غلام فرید نے مولانا سہارنپوری کی کتاب ''ہدایۃ رشید'' پر جو تقریظ لکھی ہے، اس سے بھی مولانا خلیل احمد صاحب سے خواجہ صاحب کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

مناظرہ کی فتح شکست کی اصل صورت حال کا اندازہ مولانا سید زمان شاہ ہمدانی جو مولانا غلام دستگیر قصوری کے بھی شاگرد تھے، کے ایک خط سے ہوتا ہے۔ یہ خط فارسی میں ہے اور تین پائی (ایک پیسہ) کے پوسٹ کارڈ (جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر والی ٹکٹ ہے) پر لکھا ہوا ہے۔ یہ قصور کے حضرت مولانا سید محمد عبدالحق شاہ صاحب کے نام ہے۔ موصوف مولانا سید زمان شاہ ہمدانی کے بہنوئی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ مولانا سید عبدالحق صاحب مولانا غلام دستگیر صاحب کے شاگرد بھی تھے اور اس مناظرہ کی اصل صحیح صورت حال جاننا چاہتے تھے۔ یہاں خط کا ترجمہ ہدیہ قائین کیا جاتا ہے:

''وہ جو آپ نے انجام مباحثہ کی اصل حقیقت کے بارے میں پوچھا ہے، زمانے کی دگرگونی کے باعث میرے لیے یہ تکلیف مالایطاق ہے، تاہم جناب کے حکم کو مقدم سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عالمان باانصاف کی نظر میں سہارنپوری مولوی کا غلبہ تامہ رہا اور کسی قسم کی ان میں کمزوری نہ رہی، بلکہ یہ بات ممکنات میں سے نہ رہی کہ دوسرا فریق غالب آسکے، مگر چونکہ یہاں کے کچھ لوگوں کو مولانا سہارنپوری سے ذاتی عداوت ہوگئی ہے، اس لیے وہ مولانا کو ناحق اور بے موجب شکست کا الزام دینے لگے اور آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ لیکن الحق یعلوولا یعلی کے مطابق دشمنوں کے برے ارادے پورے نہ ہونے پائے اور اللہ عزاسمہ نے مولانا سہارنپوری کو حفظ وشان اور عافیت سے وطن واپس پہنچایا۔ اس تحریر کو قسم اور حلف سے موکد تصور کریں اور ساری بات کو مولانا غلام دستگیر صاحب سے پوری طرح مخفی رکھیں اور اس سلسلہ میں تاکید مزید عرض ہے اور خبر دینے والے تمام لاگوں سے اسے چھپائے رکھیں، بلکہ پڑھنے کے بعد اسے پھاڑ دیں۔''

دستخط سید محمد زمان شاہ

یہ اصلی خط حضرت مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی کے پاس محفوظ تھا جو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب ہمدانی نے مکہ مکرمہ میں شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کو دیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے مناظرہ بہاولپور کے بعد ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس میں آپ کا زور کلام لزوم سے آگے نہیں چلتا، التزام تو ایک بڑی بات ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کا

فتویٰ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں موجود ہے جو اس بیجا الزام کی کھلے بندوں تردید کر رہا ہے (مطالعہ بریلویت ج ۳، از علامہ خالد محمود مانچسٹروی)

تقدیس الوکیل کی کارروائی خانہ ساز تھی، اس کا اندازہ ''تذکرۃ الخلیل'' ص ۱۴۵ کی اس روایت سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بلفظہ مناظرہ جس طرح تحریر ہوا تھا، اس لیے ہم نہیں لکھ سکے کہ جو مناظرہ مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے تھے، ہم نے اس کی نقل لینے کی درخواست بخدمت جناب میر ابراہیم علی صاحب، جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب کی تھی اور انہوں نے ہم کو اس کی نقل کی اجازت دے دی تھی اور وہ کاغذات سرکاری طور پر بتوسط جناب مرزا جنڈ وڈہ خان صاحب، جناب میاں صاحب کی خدمت میں محفوظ رکھے تھے اور جناب سید غلام مرتضیٰ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کل صبح کو کسی کو بھیج دینا نقل کر کے لے جائے گا۔ دوسرے روز مولانا خود مع چند طلبہ دولت خانہ بخدمت جناب شاہ صاحب گئے اور نقل کے لیے کہا۔ جناب شاہ صاحب نے براہ مہربانی اسی وقت آدمی کو بھیج کر میاں صاحب کے ایک خلیفہ کو بلایا اور کاغذات مناظرہ کے لانے کے واسطے حکم کیا۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر یہ جواب لایا کہ جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں۔ خلیل احمد کا آدمی لکھتا تھا، اسی کے پاس ہوں گے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی میاں یہ میاں صاحب کا ہی جواب ہے بلکہ کچھ عجیب نہیں، یہ بیچ میں حضرت غلام دستگیر ہی کی کاروائی ہے''....الخ

مناظرہ کی بلفظہ تحریر نہ دینے میں خدا جانے کون سے عوامل کارفرما تھے، لیکن اگر اس مناظرہ کی بلفظہ تحریر فریقین کو مل جاتی تو اس سے فریقین کے موقف کا بہتر طور پر اندازہ کیا جا سکتا تھا۔

خواجہ غلام فریدؒ جن کی سرپرستی میں مناظرہ ہوا تھا، کا مناظرہ کے بعد بھی علماء دیوبند کے بارے میں عقیدت و محبت قائم رکھنا ایک عام قاری کو ''تقدیس الوکیل'' کا مطالعہ ضرور الجھن میں ڈال دیتا ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ کی دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے محبت وعقیدت کے حوالے سے ان کے ملفوظات ''اشارات فریدی'' کا مطالعہ اس ضمن میں کافی مفید رہے گا۔ ایک حوالہ اس ضمن میں پیش کیے دیتا ہوں۔ اشارات فریدی کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے:

''تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی زیادہ سخت متطبع تھے۔ آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی مانے جاتے ہیں۔ آپ پر شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا'' (اشارات فریدی ص ۱۷۳)

آگے ایک اور مقام پر خواجہ صاحب کے حوالے سے لکھا ہے:

مولانا رشید احمد گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم.....اگرچہ دارالعلوم کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوری مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔'' (اشارات

فریدی ص۳۵۲)

حاشیہ پر لکھا ہے:

''حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظہ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے وہابی کہتے تھے۔'' (ایضاً)

دیوبند مکتب فکر کے اکابرین علماء کی اپنے ہم عصر غیر دیوبندی علماء کے ساتھ محبت وعقیدت کے حوالے سے ''علماء دیوبند معاصرین کی نظر میں'' اور شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور کی کتاب ''اکابرین علماء دیوبند کیا تھے'' کا مطالعہ کافی مفید رہے گا۔

حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے جواب میں:

دیوبندی، بریلوی اختلاف کی اصل وجہ اگر دیکھی جائے تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا وہ تکفیری فتوی ہے جو حسام الحرمین کے نام سے چھپا۔ بریلوی مکتب فکر کے تمام بڑے علماء دیوبندی بریلوی اختلاف کو حسام الحرمین میں درج علماء دیوبند کی عبارات ہی کو گردانتے ہیں۔ صاحب مضمون کو بھی اقرار ہے کہ طرفین کے علماء (دیوبندی و بریلی) کا اختلاف اور اس میں انتہائی شدت حسام الحرمین کے منظر عام پر آنے کے بعد ہوئی۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انتہائی متشدد تھے اور مخالفین کے بارے میں انتہائی سخت زبان استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی جو آپ کے شاگرد خاص تھے اور انہوں نے ہی مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ ''کنز الایمان'' کا حاشیہ بھی لکھا جو ''خزائن العرفان'' کے نام سے مشہور ہے، مولانا احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے:

''حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں، وہ چند سطریں دیکھنے کے بعد ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں تو گالیاں بھری ہیں۔'' (سوانح امام احمد رضا ص ۱۳۱ بحوالہ فیضان اعلی حضرت ص ۲۷۵)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں ممتاز بریلوی علماء کی کتب پڑھیں تو ایک بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا مزاج حد درجہ اختلافی تھا۔ مفتی سید شجاعت علی قادری کی تصریح سے جو حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن میں ہے، اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کون سا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو۔ اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔'' (ص ۱۷۰)

آگے ایک اور مقام پر ہے:

''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے'' (ص ۱۷۳)

یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی و بریلی اختلاف کی اصل بنیاد احمد رضا خان کی حسام الحرمین بنی۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک معتقد وسوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی ''سوانح اعلیٰ حضرت'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خان نے قلم اٹھایا، کثرت سے کتابیں لکھیں، فتوے صادر کیے، حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف تصدیقات حاصل کیں جن کو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کے مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہوگئے، بریلوی اور دیوبندی۔ دونوں جماعتوں علماء اور عوام کے درمیان تخالف وتصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے'' (سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۸)

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت کو پڑھتا ہے تو یہ ضرور سوچتا ہے کہ تفریق بین المسلمین آخر اتنا بڑا کارنامہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جائیں؟ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۲ء میں پہلی بار اپنی کتاب ''المعتمد المستند'' شائع کی جس میں پہلی دفعہ علماء دیوبند کی تکفیر کی علماء دیوبند جن میں مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی کی بعض عبارات کو ہدف تنقید بنا کر تکفیر کی گئی۔ رسالہ چونکہ عربی میں تھا تو عوامی سطح پر اسے زیادہ پذیرائی نہ مل سکی۔ علماء دیوبند کی طرف سے بھی اس کو اہمیت نہ دی گئی کیونکہ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خان بریلوی ندوۃ العلماء کے خلاف بھی کافی کچھ سخت لکھ چکے تھے۔ جیسا کہ ماقبل میں سیرت مولانا محمد علی مونگیری کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ندوہ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی تھی۔ علماء دیوبند نے اس تکفیری مہم کو اسی کے قبیل سے سمجھا؛ تاہم بعض علماء نے اس کا جواب دینا شروع کیا اور وعظ وتقاریر میں علی الاعلان کہا جانے لگا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہم پر بہتان وافتراء ہے، ہمارے عقیدے ہرگز ایسے نہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۵ء میں ایک منظّم فتویٰ مرتب کیا جن میں علماء دیوبند کی بعض نامکمل عبارتوں کو نقل کر کے حجاز مقدس کا سفر کیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء ومفتیان کرام سے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کہا کہ ''ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آ گیا ہے۔ مسلمانوں میں سے ہی بعض ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہوگئے ہیں جن کا عام مسلمانوں پر اثر پڑ رہا ہے۔ ہم غرباء اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں، مگر اس میں ہم کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ آپ حضرات مکہ ومدینہ کے رہنے والے ہیں تو دینی رہنمائی میں ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس فتوی پر آپ کی مہریں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر وبد دینی کے سلاب سے روک سکتی ہیں وگرنہ یہ فتنہ اتنا شدید ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے۔ المدد! المدد! اے لشکر محمدی کے شہسوارو!۔ (ملخصاً حسام الحرمین تمہید) گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اس فتوی پر علماء حرمین کے دستخطوں اور مہروں پر مشروط تھی۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تمہید میں فرقہ مرزائیہ وغیرہ کا ذکر بھی کیا جس سے عام تاثر یہ ملا کہ یہ فرقہ اسماعیلیہ

(شاہ اسماعیل دہلوی کی طرف منسوب) اور فرقہ قاسمیہ (مولانا قاسم نانوتوی کی طرف منسوب) وغیرہ جدید فرقہ بمثل مرزائیہ کے ہیں، چونکہ ان دنوں مرزائی فتنہ بام عروج پر تھا۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ان باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس فتوی پر تصدیقیں لکھ دیں ،بعض علماء نے احتیاط فرمائی اور اپنی بات مشروط کر دی کہ اگر واقعی ان علماء کی طرف جو عقائد منسوب کیے ہیں اور ان میں ہیں تو یہ علماء کافر ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مولانا قاسم نانوتوی پر انکار ختم نبوت اور مولانا رشید احمد گنگوہی پر تکذیب رب العزت اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی پر تنقیص واہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگا کر تکفیر کی۔

ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ہندوستان کے ان علماء کرام کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء ومفتیان کرام نے بھی کفر کا فتوی دیا ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے گا، وہ بھی کافر۔ علماء حرمین کی تصدیقات نے ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اس فتوی سے متاثر کیا۔ اب جب علماء دیوبند نے دیکھا کہ سادہ لوح مسلمان حرمین کے علماء کے نام سے متاثر ہو رہے ہیں تو ان حضرات نے اصل حقیقت کا اظہار ضروری سمجھا۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا اشرف علی تھانوی اس وقت بقید حیات تھے، جب کہ مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی وفات پا چکے تھے۔ ان دو حضرات نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دے کر اپنی طرف منسوب کفریہ عقائد سے براءت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ ''حسام الحرمین'' میں جو عقائد ہماری طرف منسوب کیے گئے ہیں، وہ محض افتراء ہے، ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ''السحاب المدرار اور قطع الوتین'' وغیرہ میں چھپ گئے تھے۔ مولانا تھانوی نے تو ایک مستقل رسالہ ''بسط البنان'' شائع کیا۔

مولانا قسم نانوتوی پر انکار ختم نبوت کا الزام لگایا گیا، ''تحذیر الناس'' کی عبارت جو تین مختلف مقامات سے لی گئی ان کو ایک مستقل عبارت بنایا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ان تین مختلف فقروں کی ترتیب بھی بدل دی گئی یعنی تین فقرے جن میں ایک فقرہ صفحہ ۳ کا ، ایک فقرہ ۱۴ کا ور ایک سفحہ ۲۸ کا تھا، ان کو ایسے کیا کہ صفحہ ۱۴ والے فقرے کو پہلے لکھا اور پھر صفحہ ۲۸ والے فقرے کو، صفحہ نمبر ۳ والے فقرے کو سب سے آخر میں لکھا۔ اور صفحات کا نمبر تو درکنار، فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہ دیا گیا جس سے پڑھنے والا یہی سمجھنے پر مجبور ہو کہ یہ ایک مستقل عبارت ہے۔ مولانا احمد رضا خان کی ترتیب بدلنے کا یہ اثر ہوا کہ ''تحذیر الناس'' کے تینوں فقرے جو اپنے مفہوم میں واضح تھے اور جن کو علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ دیکھنے پر انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہوتا تھا، اس طرح عبارات کی ترتیب بدلنے سے انکار ختم نبوت کا مفہوم معلوم ہونے لگا۔ تکفیر جیسے مسئلہ میں اس بے احتیاطی پر مولانا احمد رضا خان بریلوی کے متعلق ہرگز یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے لاعلمی یا ناسمجھی کی وجہ سے ہوا بلکہ مولا احمد رضا خان بریلوی نے دانستہ طور پر ایسا کیا جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تکفیر کے مسئلہ پر شرعی احتیاط کو ہرگز ملحوظ نہیں رکھا۔ بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے یا اس کی ترتیب الٹ دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں آسمان زمین کا فرق ہو جاتا ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس اور دیگر تصنیفات کا مطالعہ کریں تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ کہ

مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں، باطل ہوجاتا ہے۔ یہاں ایک حوالہ پیر کرم شاہ الازہری کا پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جوانہوں نے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' مولانا نانوتوی کے متعلق لکھا ہے:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا ناتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو صراحۃً ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت زمانی کا منکر ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۸)

مولانا رشید احمد گنگوہی پر تکذیب رب العزت کا الزام لگایا اور کہا کہ ان کا فتوی مع مہر خود مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جس میں ہے کہ ایسا شخص جو خدا کو بالفعل جھوٹا مانے تو ایسے شخص کو کافر تو درکنار، فاسق بھی نہ کہو۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے حسام الحرمین میں مولانا رشید احمد گنگوہی کی طرف منسوب کر کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے، اس کی کوئی اصل نہیں اور فتاوی رشیدیہ میں اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری نے مولانا احمد رضا خان کے ایک عقیدت مند میاں جی عبدالرحمٰن کے ایک رسالہ میں اس فتوی کا ذکر دیکھا تو اسی وقت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ مولانا اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جارہی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ

''یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے۔ بھلا میں ایسے کیسے لکھ سکتا ہوں؟''

مولانا رشید احمد گنگوہی کے اس جواب کا ذکر مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری نے اپنے متعدد رسائل ''اسحاب المدار'' اور ''تزکیۃ الخواطر'' وغیرہ میں کیا جو مولانا احمد رضا خان صاحب کی زندگی میں ان تک پہنچائے گئے۔

ادھر جب حرمین کے علماء کو یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جن علماء کے کفر کی تصدیقیں کروائی ہیں، وہ حضرات اور ان کے متبعین ان عقائد سے براءت کا اظہار کر رہے ہیں اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس ضمن میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ایسی صورت حال میں عرب کے علماء نے دیوبند مکتب فکر کے علماء سے رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔ ان حضرات نے ۲۶/سوالات مرتب کیے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا۔ یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب کے متعلق تھے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ان کا مفصل و مدلل جواب تحریر فرمایا جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور حرمین شریفین کے علماء اور ان کے علاوہ مصر و شام کے ممالک کے اہل فتاوی کے پاس وہ جواب بھیجا گیا جس پر ان علماء نے تصدیق و تائید فرمائی کہ یہی عقیدے جو علماء دیوبند نے تحریر فرمائے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے ہیں اور ان میں کوئی عقیدہ بھی اہل سنت کے خلاف نہیں۔ یہ سارے سوالات و جوابات اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک کے لگ بھگ ۴۶/علماء کی تصدیقات اسی زمانہ میں جب کہ حسام الحرمین کو شائع ہوئے، کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے شائع ہوگئی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہونا تو یہ

چاہیے تھا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین ''حسام الحرمین'' میں موجود فتوی سے باز آتے؛ لیکن ایک غیر جانبدار شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آیا وہ کون سے عوامل کارفرما تھے کہ علماء دیوبند کی طرف سے اتنی واضح وضاحت آنے کے باوجود دوسری طرف سے تکفیری مہم میں بال برابر بھی فرق نہ آیا؟

مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی کی ''الصوام الہندیہ'' کے جواب میں مولانا حشمت علی کی ہی تکفیری سرگرمیوں کے طفیل دیوبندی مکتب فکر کے مولانا عبدالرؤف جگن پوری کی طرف سے ایک استفتاء ہندوستان بھر کے علماء کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے نزدیک مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور شاہ اسماعیل دہلوی معاذ اللہ کافر ہیں تو جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی بقول مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے حضرات اکابر علماء دیوبند کافر ہیں؟ جواب میں ہندوستان بھر کے تمام بڑے بڑے دینی مراکز کے تقریباً ۶۱۶ علماء نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا کہ علماء دیوبند مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں۔ ان تمام علماء کے ناموں کی فہرست مولانا عبدالرؤف جگن پوری نے ''براءت الابرار عن مکائد الاشرار'' نامی کتاب میں شائع کی جو کہ ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی۔

صاحب مضمون نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدین اجمیری اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے متعلق یہ لکھا کہ یہ حضرات علماء دیوبند کی عبارات کو غلط، گستاخانہ اور کفریہ تو سمجھتے تھے، لیکن علماء دیوبند کو کافر کہنے سے زبان کو روکے رکھا تھا۔ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس ضمن میں صاحب مضمون نے صحیح معنی میں بریلوی ہونے کا حق ادا کیا ہے کیونکہ ان حضرات کا موقف بالکل اس کے برعکس ہے جیسا کہ ان کی کتب اور ان کے شاگردوں کی کتب سے ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے، چنانچہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء کے استاذ جناب مولانا عطاء محمد بندیولوی گولڑوی ''سیف العطاء'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ گولڑی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھتے ہیں ''ہمارے اکابر نے اعیان دیوبند کی تکفیر نہیں کی، اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں، ان سے ان کو کبھی محروم نہ رکھا'' (الطاری الداری حصہ اول ص ۱۶)۔ جبکہ مولانا معین الدین اجمیری مرحوم معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی سے حد درجہ اختلاف رکھتے تھے، اس کا اندازہ مولانا معین الدین اجمیری کی ''تجلیات انوار المعین'' کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔ یہ کتاب خاص مولانا احمد رضا خان بریلوی کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ مولانا معین الدین اجمیری کے سامنے جب علماء دیوبند کی تکفیر کا سوال آیا تو آپ نے علماء دیوبند کے متعلق فرمایا کہ

''یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں'' (مولانا حکیم سید برکات احمد، سیرت اور علوم)

مذکورہ بالا مشائخ کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حضرات علماء دیوبند کی بعض عبارات کو گستاخانہ ہی مانتے تھے لیکن تکفیر سے کف لسان کرتے تھے، صاحب مضمون کی حد درجہ غلط بیانی ہے۔

رد بریلویت کی وجوہات اور پس منظر پر ایک نظر:

سارے پس منظر سے ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تکفیر جیسے مسئلہ پر جس شرعی احتیاط کو ملحوظ رکھنا تھا، وہ نہ رکھا اور اپنی عمر کے پچاس سال ہندوستان کے احناف کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے پر برباد کر دیے۔ صاحب مضمون نے دیوبندی مکتب فکر کے متعلق یہ لکھا کہ علماء دیوبند کی طرف سے کوئی فتوی

عقائد میں یا معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلاف نہیں شائع ہو، اگر ہوا بھی تو فاضل بریلوی کی وفات کے ۲۵، ۳۰ سال بعد؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ دیوبند مکتب فکر کی طرف سے مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری کے رسائل ہی کا مطالعہ کر لیا جائے تو اس کذب کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی زندگی میں ہی ''الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب'' لکھی۔ مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری نے متعدد رسائل فاضل بریلوی کی حیات میں لکھے اور مناظروں کا چیلنج دیا۔ فاضل بریلوی کے اصرار کہ مناظرہ کے لیے مدمقابل مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری کی بجائے مولانا اشرف علی تھانوی اگر تقریری مناظرہ کریں گے تو وہ مناظرہ کریں گے، کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی جیسے معتدل مزاج شخصیت نے بریلوی دیوبندی قضیہ کے حل کے لیے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اس رائے کو منظور کر لیا اور تقریری مناظرہ کے لیے رضامندی کی تحریر بھی دے دی۔ لیکن افسوس! مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مناظرہ سے پہلو تہی کی وجہ سے یہ مناظرہ منعقد نہ ہوسکا۔ اس پورے واقعہ کی روداد ''القاصمۃ الظہر فی بلندشہر'' نامی رسالہ میں اسی زمانہ میں چھپ گئی تھی۔

مولانا انور شاہ کشمیری کے متعلق مضمون نگار نے یہ لکھا ہے کہ انہوں نے مقدمہ بہاولپور میں بریلوی حضرات کے متعلق اپنے بیان میں لکھا کہ وہ کسی صورت بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے تو مولانا انور شاہ کشمیری کے اس بیان کا مقصد جو سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ تھا کہ بریلوی عوام کی وہ تکفیر نہیں کرتے کیونکہ خاص علم غیب کے رد کے عنوان پر تو مولانا کا اپنا رسالہ ''سہم الغیب فی کبد اہل الریب'' موجود ہے۔ (یہ بھی یاد رہے کہ مقدمہ بہاولپو میں شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی، خلیفہ مجاز جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے قادیانیوں کے مقابل علماء بریلویہ کی بجائے علماء دیوبند کے چوٹی کے علماء کو مدعو کیا جن میں علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی محمد شفیع اور مولانا سید مرتضی حسن چاند پوری وغیرہ شامل تھے)۔

اس کے علاو بریلوی مکتب فکر کی کتب کی بعض عبارات، مثلاً مولانا احمد رضا خان بریلوی کی وصیت جو کہ وصایا شریف کے نام سے چھپی تھی، میں مولانا حسنین رضا خان کی عبارت اور سید ایوب علی رضوی (سید ایوب علی رضوی بریلوی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلفاء میں سے تھے) کی نغمۃ الروح کی بعض عبارات پر ہندوستان بھر سے ۳۹۰ کے لگ بھگ علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ مولانا عبدالرؤف جگن پوری صاحب نے ان ناموں کی فہرست ''خنجر ایمانی برحلقوم رضاخانی'' کے نام سے شائع کی تھی۔ ہاں البتہ دیوبندی بریلوی نزاع کو ختم کرنے کی دوسری اور بڑی کاوش ۱۳۵۴ھ میں فاضل بریلوی کی وفات کے بعد مولانا منظور نعمانی نے کی۔ مولانا منظور نعمانی اور مولانا حشمت علی خان خلیفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے درمیان عبارات کے موضوع پر لاہور میں مناظرہ ہونا طے پایا تھا جس کے لیے علامہ اقبالؒ، پروفیسر علامہ اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری حکم طے پائے تھے۔ افسوس دیوبندی، بریلوی نزاع کے خاتمے کی یہ کاوش بھی رائیگاں گئی۔ مکمل تفصیل مولانا منظور نعمانی کے رسالہ ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

پاکستان میں بریلوی مکتب فکر کی صحیح نمائندگی مفتی احمد یار خان نعیمی اور مولانا محمد عمر اچھروی نے کی۔ ان دو حضرات نے بریلوی مکتب فکر میں رائج باطل عقائد و معمولات اور خرافات کو دلائل سے مزین کیا۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ مفتی احمد یار نعیمی کی جاء الحق اور مولانا محمد عمر اچھروی کی مقیاس حنفیت نے بریلوی مذہب کو مدون کیا۔ مولانا سرفراز خان صفدر کی

جملہ کتب ان دو کتب جاء الحق اور مقیاس حنفیت میں درج مسائل کو بنیاد بنا کر ہی لکھی گئی ہیں۔ اس سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قیام پاکستان کے بعد ان دو حضرات کی کتب ہی دیو بندی، بریلوی نزاع (جو تقسیم کے وقت کہیں دب چکا تھا) کو اجاگر کرنے کا باعث بنی۔ جواباً علماء دیو بند کی طرف سے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سرفراز خان صفدر کی صورت میں ردعمل آنا فطری تھا۔

صاحب مضمون نے مولانا حسین علی واں بھچراں کے متعلق یہ لکھا کہ انہوں نے اور بعد میں ان کے شاگردوں نے پاکستان میں دیو بندی، بریلوی اختلاف کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ بھی کہ مولانا حسین علی واں بھچراں، پیر مہر علی شاہ جیسے صوفی مست بزرگ کو مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولانا حسین علی واں بھچراں اور پیر مہر علی شاہ کے درمیان علمی مسائل پر بحث کو دیو بندی، بریلوی نزاع پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور مولانا غلام محمد گھوٹوی اس سارے واقعہ میں آپ کے ساتھ تھے اور مولانا حسین علی واں بھچراں سے بات کرنے کے لیے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے آپ ہی کو منتخب کیا تھا، لیکن اس کے باوجود جب مولانا غلام محمد گھوٹوی سے علماء دیو بند کے اکابر اربعہ کے کفر وایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ (مولانا غلام محمد گھوٹوی) نے فرمایا کہ

''یہ اکابر علماء دیو بند ہرگز کافر نہیں، بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں'' (براءۃ الابرار ص ۹۸)

پھر مقدمہ بہاولپور میں شہادت دینے کے لیے دیو بند کے فاضلین کا انتخاب بھی اس تاثر کو غلط ثابت کرتا ہے کہ خانقاہ گولڑہ شریف سے وابستہ حضرات کا علماء دیو بند سے اختلاف مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین کے طرز کا تھا۔ مولانا حسین علی واں بھچروی کے متعلق یہ کہنا کہ 'مماتی فکر آنجناب کی فکر کا شاخسانہ تھی' قطعاً درست نہیں جس کا جواب مولانا بھچروی ہی کے شاگرد مولانا سرفراز خان صفدر نے تفصیلاً اپنی کتاب ''سماع موتی'' میں دے دیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ پیر مہر علی شاہ صاب مرحوم علم غیب کے متعلق نظریہ میں علماء دیو بند کے ساتھ ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں پیر صاحب لکھتے ہیں کہ جس خبر کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسم خبر دیتے ہیں، وہ وحی، کشف، الہام کے ذریعہ سے دیتے ہیں اور یہ علم غیب نہیں (مخلصاً)۔ دوسرا ایک جگہ مرزا قادیانی کے اس قول کا کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی، کا رد کرتے ہوئے ان نصوص کے منافی قرار دیا جن میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اب دیکھا جائے تو فاضل بریلوی اور اس کے متبعین کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کا کہ کب آئے گی، اس کا بھی علم تھا۔

صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ پاکستان میں فاضل بریلوی پر تحقیقی انداز میں سب سے پہلے ڈاکٹر مسعود نقشبندی اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے کام کیا۔ جب کہ ہم ماقبل میں یہ لکھ آئے ہیں کہ فاضل بریلوی کی فکری، نظریاتی اور اعتقادی سوچ کو پاکستان میں سے پہلے مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کتابی شکل میں مدون کر چکے تھے اور اسی کے رد عمل کے طور پر مولانا سرفراز خان صفدر جیسی شخصیات نے ہندوستان کے اکابر علماء کی تعلیمات کے تحفظ کے لیے علمی انداز میں قلم اٹھایا۔ مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کے متعلق ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان کے اکابر علماء سے ان حضرات نے اختلاف کیا۔

پنجاب کے دیگر مشائخ کے موقف کا ہم اگر باغور جائزہ لیں تو پیر مہر علی شاہ مرحوم سمیت پنجاب کے بڑے علمی گھرانے خانقاہ سیال شریف سے منسلک تھے۔ مولانا ذاکر صاحب بانی جامعہ محمدی شریف جھنگ (جن کا تذکرہ خیر صاحب مضمون نے بھی کیا ہے) خواجہ ضیاء الدین سیالوی مرحوم جو کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے والد تھے، کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب خواجہ صاحب دیوبند تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ''یہاں آ کر میں نے اصلی حنفیت دیکھی ہے'' (ملاحظہ کیجیے ہوالمعظم اور جامعہ محمدی کا مجلّہ الجامعہ ستمبر ۲۰۱۹ء) معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اصل حنفیت کے علمبردار دیوبندی مکتب فکر کے علماء تھے۔ خانقاہ سیال شریف کے ہی خواجہ قمر الدین سیالوی کا مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق یہ کہنا کہ میں ان کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان مانتا ہوں (ملاحظہ کیجیے ڈھول کی آواز) اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فاضل بریلوی کے فتوی حسام الحرمین کی خانقاہ سیال شریف والوں کے ہاں کتنی قدر و قیمت تھی۔ اس کے علاوہ خانقاہ شرقپور شریف، خانقاہ جلال پور شریف، خانقاہ سراجیاں وغیرہما کے مشائخ نے بھی احمد رضا خان بریلوی کی تکفیری مہم کا ساتھ نہ دیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مطالعہ بریلویت جلد ۱)

اس سارے پس منظر میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی معمولات وعقائد کو دیوبندی بریلوی نزاع سے پہلے اور بعد کے علماء کی تائید حاصل تھی اور پنجاب کے مشائخ کا بعض جزئیات میں علماء دیوبند سے اختلاف کے باوجود آپس میں باہمی محبت و پیار کا تعلق قائم تھا۔

عددی اکثریت:

بریلویت کا مدار مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اصولی نسبت پر ہے۔ پس جو لوگ بعض معمولات میں مولانا احمد رضا خان کے ہم نوا ہوں، لیکن دوسرے فرقوں کو مسلمان جانتے ہوں تو ایسے لوگ بریلوی نہیں۔ کیوں کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے جو بریلوی سنی ہونے کا معیار رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ عقائد و نظریات میں فاضل بریلوی کا ہم نوا ہو۔ اگر کوئی شخص فاضل بریلوی کے عقائد و نظریات سے اتفاق نہیں کرتا تو ایسا شخص بریلوی مکتب فکر کے علماء کے نزدیک مسلمان نہیں جیسا کہ ان کی معتبر کتابوں الصوارم الہندیہ، فتاوی صدر الافاضل وغیرہ میں درج ہے۔ یوں کہہ لیں کہ ایک بریلوی وہ ہے جو ''حسام الحرمین'' کے فتوی کو مانتا ہو، اور موجودہ حرمین کے علماء کو مسلمان نہ جانتا ہو۔ اس معیار کو مدنظر رکھیں تو بہت سے لوگ معمولات میں تو شاید بریلوی مکتب فکر کے ہم نوا ہوں، لیکن نظریات میں یکسر اختلاف کرتے ہیں۔ مشائخ و عوام میں سے وہ جو دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر نہیں کرتے، احمد رضا خان بریلوی کے ہم نوا نہیں ہیں۔ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اماموں کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں، ہرگز بریلوی نہیں۔

مثال کے طور پر مولوی حشمت علی پیلی بھیتی صاحب الصوارم الہندیہ کا سید محمد کچھوچھوی پر فتوی تکفیر محض اس بنا پر تھا کہ انہوں نے جمعہ کی نماز ایک دیوبندی امام کی اقتداء میں پڑھی تھی۔ یہ فتوی بعد میں انہوں نے ''ستر باادب سوالات'' نام کے رسالہ میں چھاپ کر تقسیم کیا۔ دوسری مثال جسٹس پیر کرم شاہ الازہری ہیں جنہوں نے ایک مکتوب میں دیوبندی مکتب فکر کے مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی تعریف کی تھی۔ جواباً بریلوی مکتب فکر کے بہت سے علماء کی جانب سے آپ کی تکفیر اور رد میں کتابیں لکھی گئیں، جیسا کہ ''علمی محاسبہ اور جسٹس کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ'' وغیرہ کتابیں قابل

ذکر ہیں۔ تیسری مثال مفتی خلیل احمد خان صاحب برکاتی کی ہے۔ آپ نے علماء دیوبند کے بارے اپنے تکفیری موقف سے رجوع کیا اور ایک کتاب بنام ''انکشاف حق'' لکھی جس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تکفیری فتوی پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کی۔ کتاب ہی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض احمد رضا خان کے تکفیری موقف سے رجوع کی بابت جماعت بریلویہ کی طرف سے ان پر کیسے کفر کے فتوے صادر کیے گئے۔

اس سارے پس منظر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی صرف وہی لوگ ہیں جو مولانا احمد رضا خان سے اپنی نسبت جوڑتے ہیں اور فتوی تکفیر میں مولانا کے ہم نوا ہیں۔ اب جتنے بھی علماء کے نام صاحب مضمون نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں جیسا کہ مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی، پیر کرم شاہ الازہری، مولانا سلطان محمود پپلا نوالی، مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد ذاکر بانی جامعہ محمدیہ جھنگ، علامہ حکیم محمود احمد برکاتی، خواجہ محمد عمر بیربلوی، پیر سید نصیر الدین گولڑوی، وغیرہ اور مشائخ میں سے پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہم، ان کو اس معیار پر پرکھ لیں؛ اگر وہ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے علماء دیوبند کے متعلق تکفیری فتوی سے متفق ہیں تو بریلوی ہیں، وگرنہ انہیں بریلوی فکر کا تو کجا حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے فتوی کی رو سے مسلمان بھی نہیں کہا جا سکتا جس کا ادراک ہر صاحب ذی روح کے علاوہ صاحب مضمون کو بھی ہے اور اس ضمن میں وہ مولانا شاہ وجیہ الدین کا ایک اقتباس بھی اپنے مضمون میں نقل کرتے ہیں جس کے آخری سطر میں یہی لکھا ہے۔

دیوبندی بریلوی نزاع کیسے ختم ہو؟

حسام الحرمین کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب ''المہند علی المفند'' جسے مولانا عبدالستار خان نیازی مفید کتاب لکھتے ہیں۔ (دیکھیے اتحاد بین المسلمین ص ۱۰۶) اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ

''المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے۔'' (ایضاً)

مولانا عبدالستار خان نیازی کی طرح دیگر بریلوی علماء بھی اس قسم کی جرأت کا مظاہرہ کریں تو اہل سنت کے دو دھڑوں کو قریب آنے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ نزاعی معاملات کو مجدد الف ثانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔

ہم نے اختصار کے ساتھ دیوبندی بریلوی نزاع کے موضوع پر لکھے جانے والے مضمون کی بعض خامیوں پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے اور بعض ایسے عوامل جن کا صاحب مضمون نے دانستہ یا نادانستہ طور پر تذکرہ نہیں کیا، یا کیا بھی تو حقائق سے چشم پوشی کر کے، ہم نے اس مضمون میں مناسب الفاظ میں تذکرہ کر دیا ہے۔ صاحب مضمون نگار جناب سراج الدین امجد کی طرف سے اس پر مزید کچھ لکھا گیا تو ان شاء اللہ اس پر ہم مزید کچھ عرض کر دیں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے علماء کے درمیان محبت و اخوت کی وہ فضا پھر سے قائم کر دے جو مولانا احمد رضا خان بریلوی سے پہلے تھی۔ آمین!